اسلامی اقتصادی تربیت کے تناظر میں پیداوار کے عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Factors of Production in the Context of Islamic Economic Education

Muqaddar Abbas
Ph.D Research Scholar, Education Department, Al-Mustafa International University, Qom, Iran.
E-mail: muqaddarrajoa@gmail.com

Dr. Majeed Toroqi Ardakani
Assistant Professor, Education Department, Almustafa International University, Iran.
E-mail: majidtoroghi40@gmail.com

Dr. Muhammad Saeed Panahi
Assistant Professor, The College of Economics, Allam Tabatabie University, Tehran, Iran.
E-mail: ms_panahi@atu.ac.ir

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Abstract:
This study offers a comprehensive analytical and educational examination of the factors of production within the framework of Islamic economic thought. It seeks to demonstrate that in Islam, land, water, natural resources, capital, human labor, knowledge, and moral-social capital are not merely material inputs but divinely entrusted resources (amānāt), whose utilization is governed by ethical responsibility, social welfare, and spiritual accountability. The significance of this research lies in addressing the ethical vacuum created by contemporary economic paradigms, which largely reduce production to profit maximization, thereby fostering imbalance, exploitation, and excessive consumerism.
The central research question explores how Islamic economic education can integrate all factors of production into a coherent ethical and Tawḥīdic framework and translate these principles into the practical lives of children and youth. Employing a descriptive-

analytical methodology, the study critically examines Qur'anic verses, Prophetic and Imamic traditions, the practices of earlier prophetic models, and selected Islamic economic scholarship. The analysis highlights that Islamic economic education redefines production as an integrated process encompassing worship, social arrogance and fostering humility and gratitude.

The study adopts a qualitative design employing descriptive and analytical methods. The Islamic philosophy of production; integrating material advancement with spiritual and moral values—offers a coherent, humane, and ethically grounded paradigm capable of addressing contemporary challenges such as economic inequality, environmental degradation, and the excesses of consumerism, responsibility, and constructive stewardship of the earth (istiʿmār fī al-arḍ). The study argues that embedding these concepts within educational curricula, family structures, and social institutions can cultivate a generation oriented toward moderation, responsible productivity, and collective well-being. In doing so, Islamic economic education offers a value-driven and sustainable alternative that harmonizes material development with moral and spiritual growth.

Keywords: Islamic Economics; Production; Capitalist System; Social Need; Qur'an and Economy; Factors of Production; Ethics; Distributive Justice.

خلاصہ

یہ تحقیق اسلامی اقتصادی فکر کے تناظر میں پیداوار کے عناصر کا ایک جامع، تحلیلی اور تربیتی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ مقالے کا بنیادی موضوع یہ واضح کرنا ہے کہ اسلامی معیشت میں زمین، پانی، نباتات، حیوانات، معدنیات، سرمایہ، انسانی محنت، علم اور اخلاقی و سماجی سرمایہ محض مادی وسائل نہیں بلکہ خداوندِ متعال کی عطا کردہ امانتیں ہیں، جن کے استعمال میں اخلاقی ذمہ داری، اجتماعی فلاح اور اخروی جواب دہی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تحقیق کی ضرورت اس تناظر میں مزید نمایاں ہو جاتی ہے کہ جدید معاشی نظام پیداوار کو اخلاقی اقدار سے جدا کر کے صرف منافع اور افادیت تک محدود کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں عدمِ توازن، استحصال اور صارفیت کو فروغ ملتا ہے۔

تحقیق کا مرکزی سوال یہ ہے کہ اسلامی اقتصادی تربیت کس طرح پیداوار کے تمام عناصر کو ایک اخلاقی، توحیدی اور انسانی فریم ورک میں منظّم کرکے بچوں اور نوجوانوں کی عملی زندگی کا حصہ بنا سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے تحقیق میں توصیفی– تحلیلی (Descriptive-Analytical) روش اختیار کی گئی ہے، جس میں قرآنِ کریم، احادیثِ معصومینؑ، سیرتِ انبیاءؑ اور منتخب اسلامی اقتصادی لٹریچر کا تنقیدی و تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اسلامی اقتصادی تربیت پیداوار کو محض معاشی عمل کے بجائے عبادت، خدمتِ خلق اور استعمار فی الارض کے ایک ہمہ گیر تصور سے جوڑتی ہے۔ تحقیق یہ مؤقف پیش کرتی ہے کہ اگر تعلیمی اور تربیتی ادارے، خاندان اور سماجی ڈھانچے باہم مل کر ان مفاہیم کو نصاب اور عملی سرگرمیوں کا حصہ بنائیں تو ایک ایسی نسل کی تربیت ممکن ہے جو اعتدال، خود کفالت، ذمہ دار پیداوار اور اجتماعی خیر کو اپنی معاشی زندگی کا محور بنائے۔

کلیدی الفاظ :اسلامی اقتصادی تربیت، فلسفۂ پیداوار، توحیدی جہان بینی (Tawḥīdic Worldview)، اخلاقی معیشت، سماجی انصاف، پائیدار ترقی۔

مقدمہ

اسلام انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنی تعلیمات سے منور کرتا ہے، اور معیشت ان میں سے ایک اہم میدان ہے۔ آج کے دور میں، جہاں معاشی استحصال، سودی نظام، اور اخلاقی بے راہ روی عام ہے، اسلامی اقتصادی تربیت ناگزیر ہو چکی ہے۔ یہ تربیت فرد کو ان میدانوں میں رہنمائی فراہم کرتی ہے: حلال و حرام کی تمیز؛ معاشی فیصلوں میں اخلاقی اصولوں کی پیروی؛ عدل و مساوات پر مبنی معیشت کا فہم؛ غربت، افراطِ زر، اور طبقاتی تقسیم جیسے مسائل کا شعور؛ نفع کے بجائے خدمت اور خیر رسانی کو مرکز و محور بنانا۔ اسلامی اقتصادی تربیت کا مقصد صرف دنیاوی کامیابی نہیں بلکہ اخروی فلاح ہے، جو اس وقت ممکن ہے جب انسان کی معیشت، اس کے ایمان اور اخلاق سے ہم آہنگ ہو۔ دورِ حاضر میں معاشی شعور اور اقتصادی مہارتیں صرف کاروباری یا تجارتی طبقات تک محدود نہیں رہیں بلکہ ہر فرد کے لیے بنیادی ضرورت بن چکی ہیں۔ تعلیمی نظام میں اقتصادی تربیت کو شامل کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ فرد کو نہ صرف معاشی طور پر خود کفیل بناتی ہے بلکہ اسے حلال و حرام، عدل و انصاف، اور اعتدال و قناعت جیسے اسلامی اصولوں سے روشناس کرکے ایک متوازن شخصیت کی تشکیل کرتی ہے۔[1]

اسلامی نقطۂ نظر سے معیشت صرف لین دین یا تبادلۂ اشیاء کا نام نہیں بلکہ یہ ایک فکری، اخلاقی اور روحانی نظام ہے۔ اسلامی تعلیمات میں رزقِ حلال کو عبادت کا درجہ حاصل ہے اور غیر منصفانہ طریقوں سے حاصل کی گئی دولت کو وبال قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں معیشت صرف دنیاوی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ نہیں، بلکہ بندگیِ الٰہی اور حصولِ رضائے خداوندی کا ایک اہم میدان ہے۔ ایک مسلمان کی اقتصادی تربیت کا مقصد یہ

نہیں کہ وہ صرف مال کمانے کا ہنر سیکھے، بلکہ اس کی سوچ، نیت، طریقہ کار اور مقصد سب اسلامی اصولوں کے تابع ہوں۔ خصوصاً طلبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ابتدائی عمر سے ہی معیشت کے تین بنیادی شعبوں یعنی تولید و پیداوار (Production)، توزیع یعنی تقسیم (Distribution)، اور مصرف یعنی استعمال یا خرچ (Consumption) کے اسلامی اصولوں سے واقف ہوں تاکہ وہ ایک باشعور، نفع بخش اور صالح فرد کے طور پر سماج میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔[2]

جس طرح اسلامی اقتصادی تربیت کی بنیادوں میں اس بات کو بھی تاکید کے ساتھ ذکر کیا گیا" یقیناً ہر انسان کے نظریاتی نظام اور اس کی دنیا کو دیکھنے کے زاویے کی بنیاد، اس کی جہان بینی (Worldview) ہوتی ہے، جو اس کی سوچ اور عمل کے تمام پہلوؤں پر اثرانداز ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کی جہان بینی مادی ہو، یعنی وہ دنیا کو خدا اور وحی سے منقطع سمجھتا ہو، تو پھر دینی اقدار اور اخلاقی پابندیاں اس کی اقتصادی بنیادوں اور عملی میدان میں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ ایسی صورت میں اس کے اقتصادی رویّے محض ذاتی لذت، خوشی اور فائدے کے گرد گھومتے ہیں اور کسی بھی قسم کی اخلاقی قیود سے آزاد ہوتے ہیں۔ لیکن اگر انسان ایک الٰہی جہان بینی اختیار کرے، یعنی وہ کائنات کے خالق و مدبر پر ایمان رکھتا ہو، روزِ قیامت کے حساب کتاب کا قائل ہو، اور اپنی زندگی کو انسانی عزت و کرامت کے ساتھ گزارنے کا مقصد بنائے، تو ایسی صورت میں اخلاقی حدود اس کی پیداوار (Production)، تقسیم (Distribution) اور مصرف (Consumption) کے رویوں کو قابو میں رکھتی ہیں۔[3]

اس کے اقتصادی معاملات میں خدا کی رضا، محتاجوں کی فلاح، اور دوسروں کے حقوق کا لحاظ ایک بنیادی اصول بن جاتا ہے۔ اسی نظریے کو ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی سیرت میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کے مالی نمائندے نے ایک تجارتی سفر کے دوران مصر میں ایسا نفع کمایا جو ناصحیح طریقے سے حاصل ہوا تھا، تو امام علیہ السلام نے اس پر سخت ردِ عمل دیا اور اس نفع کو قبول کرنے سے انکار فرمایا "يا مصادف مجالدة السيوف أهون من طلب الحلال"۔[4] یہ طرزِ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلامی اقتصادی تربیت صرف منافع کمانے پر نہیں، بلکہ اس منافع کے طریقۂ کار، نیت، اور اس کے اثرات پر بھی گہری نظر رکھتی ہے۔

تولید (پیداوار) کی ضرورت واہمیت اسلامی اقتصادی تربیت کے تناظر میں

اسلامی اقتصادی تربیت کے بنیادی عناصر میں "تولید" یعنی پیداوار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ یہی وہ عامل ہے جو انسانی معاشرے کو مادی وسائل، خدمات اور معیشتی امکانات فراہم کرتا ہے، اور اسلامی تربیت کے اعلیٰ مقاصد جیسے قربِ الٰہی، عدلِ اجتماعی، رفاہِ عامہ اور حلال رزق کے لیے فضا فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں تولید محض اقتصادی سرگرمی نہیں بلکہ ایک معنوی، اخلاقی اور تمدنی عمل ہے، جو فرد اور معاشرے کو معاشی خود کفالت، سماجی استحکام اور

روحانی ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ تولید کی تعریف محض مادی اشیاء کی تیاری تک محدود نہیں، بلکہ خدمات کی تخلیق، افعالِ انسانی، نظم وتدبیر، اور تمام وہ سرگرمیاں جو کسی ضرورت کو پورا کرتی ہیں، بھی اس میں شامل ہیں۔ مثلاً کشتی کی حرکت اور اس کے ذریعے اشیاء یاافراد کی ترسیل، خدماتی تولید کی مثال ہے۔ روایتی اقتصادی نظریات میں تولید کے عوامل زمین اور محنت تک محدود تھے، لیکن بعد میں سرمایہ اور نظم و نسق (Management) کو بھی اس میں شامل کیا گیا۔ اسلام ان تمام عوامل کو اللہ کی نعمتیں اور امانتیں قرار دیتا ہے، جن کا استعمال عدل، دیانت، اور نفع عامہ کے تحت ہونا چاہیے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق، زمین، دریا، معدنیات، بارش، دھوپ، عقل، توانائی اور انسانی محنت، سب الٰہی نعمتیں اور عواملِ تولید ہیں، جو انسان کے تصرف اور خدمت کے لیے مہیا کی گئی ہیں": [5]
"وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ" اور اس نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز تمہارے لیے مسخر کر دی ہے۔" (13:45) اسلامی تصور میں محنت و نظم و نسق محض دنیاوی سعی (کوشش) نہیں بلکہ عبادت کا مصداق ہے، جب یہ خدا کی رضا اور اجتماعی خیر کے لیے ہو۔

ایک مثالی اسلامی معاشرے اور مدینۂ فاضلہ کے قیام کی طرف پیش قدمی کے راستے میں اسلام کا پیغام یہ ہے کہ ایک متحرک اور زندہ معاشرے میں ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ پیداوار اور درست اقتصادی اور معاشی سرگرمی میں حریص ہو، لیکن خرچ اور مصرف کے میدان میں قناعت شعار بنے۔ قناعت کی اصطلاح اس وقت باارزش اور قابلِ قدر ہے جب انسان مصرف (خرچ) کرے، تولید کے معاملے میں "قناعت" مذموم ہے۔ تولید میں انسان کو حریص ہونا چاہیے اپنے لئے نہیں بلکہ معاشرے کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے۔ جب یہ طرزِ فکر اور یہ ثقافت معاشرے میں راسخ ہو جائے، تو وہاں اقتصادی مسائل جنم نہیں لیتے۔ تمام اقتصادی مشکلات اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب انسان محض صارف (Consumer) بن جائے؛ یعنی خرچ کرنے میں حرص و ہوس دکھائے اور محنت و پیداوار کے میدان میں قناعت اختیار کرے۔ یہی سوچ اور طرزِ زندگی ہے جو بحران پیدا کرتی ہے، اور پورے معاشرے کو فقر و احتیاج کے دلدل میں دھکیل دیتی ہے۔ اسلام نہ ایسے معاشرے کو پسند کرتا ہے، نہ ایسے انسان کو جو محتاجی کی زندگی گزارے۔ [6]
سرمایہ دارانہ نظام میں تولید کا بنیادی مقصد منافع کا زیادہ سے زیادہ حصول (Profit Maximization) ہے، جہاں وہی چیز پیدا کی جاتی ہے جس کی بازاری قیمت زیادہ ہو اور جو افراد کی انفرادی افادیت کو زیادہ سے زیادہ بڑھائے۔ برخلاف اس کے، اسلامی اقتصادی نظام میں تولید کا مقصد صرف مادی فائدہ نہیں بلکہ معاشرتی ضرورت کی تکمیل، معاشی عدل کا قیام اور انسانوں کو خالق کے قریب کرنا ہے۔

اس بنا پر بعض قسم کی تولید کو اسلام میں واجب کفائی کا درجہ حاصل ہے: اگر کسی ضروری خدمت یا شے کی قلّت ہو اور اس کی فراہمی صرف چند افراد کی کوشش پر موقوف ہو، تو اس کو مہیا کرنا صرف اقتصادی عمل نہیں بلکہ شرعی فریضہ بن جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، اگر تولیدی سرگرمی کا محرک نیت صالح ہو، یعنی معاشرے کی بہتری،

حلال رزق کا حصول، اور بندگانِ خدا کی خدمت، تو یہ عمل عبادت بن جاتا ہے۔ قرآن مجید میں "فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" انسان کی اقتصادی جدوجہد یعنی رزقِ حلال کی تلاش کو فضلِ الٰہی (اور اللہ کا فضل تلاش کرو)" (10:62) اور سورہ بقرہ، آیہ 180، "إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ" خیر (اور وہ کچھ مال چھوڑے جارہا ہو) کہا گیا ہے۔(180:2)

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اس مقام پر قرآن نے "مال" کے بجائے "خیر" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی کے اختتام پر "کوئی بھلائی" چھوڑ کر جائے، تو اسے وصیت کرنی چاہیے۔ یہ تعبیر اس بات کی علامت ہے کہ اسلام اس مال و دولت کو جو جائز اور مشروع طریقے سے حاصل کیا گیا ہو اور سماجی مفاد اور عوامی بھلائی کے لیے استعمال ہو "خیر" اور برکت شمار کرتا ہے۔ یہ تعبیر اُن گمراہ کن نظریات پر صریح رد ہے جو مال و دولت کی اصل حقیقت کو ہی بُرا سمجھتے ہیں۔ اسلام اُن ظاہر پرست زاہدوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے جنہوں نے روحِ اسلام کو سمجھے بغیر رُہد کو فقر کے مترادف قرار دیا، اور جن کے یہ افکار نہ صرف اسلامی معاشرے کی پیش رفت میں رکاوٹ بنے بلکہ سامراجی اور استحصالی طاقتوں کے لیے میدان ہموار کر گئے۔[7]

یہ آیات نہ صرف تولیدی سرگرمی کی ترغیب دیتی ہے، بلکہ اسے دینی وظیفہ بھی قرار دیتی ہے۔ پیداوار کے عمل کو جب اس زاویے سے دیکھا جائے، تو یہ فرد کے روحانی کمال، اجتماعی رفاہ اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ قرآن کریم واضح فرماتا ہے کہ انسان کی تولیدی فاعلیت، اگرچہ بظاہر اس کے علم، تجربہ اور محنت کا نتیجہ ہوتی ہے، مگر در حقیقت یہ سب کچھ مشیتِ الٰہی کے دائرے میں ہے۔ انسانی کوشش، تدبیر اور محنت، خدا کے اذن و توفیق کے تابع ہے۔ "أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ" کیا تم نے اس کھیتی کو دیکھا جو تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟" (56:63-64)۔

یہ آیات توحیدِ افعالی کی مکمل تفسیر ہیں، جو واضح کرتی ہیں کہ انسان فاعل بالتبع ہے جبکہ مولدِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ پس اسلامی اقتصادی تربیت میں یہ شعور اجاگر کیا جاتا ہے کہ تولیدی عمل بھی توحیدی شعور سے جدا نہیں۔ اسلام، تولیدی عمل کو صرف وحی پر موقوف نہیں رکھتا، بلکہ عقل، تجربہ، مشاہدہ اور سائنسی تجزیے کو بھی اس کا حصہ مانتا ہے۔ قرآن کریم نے بعض صنعتوں کی تعلیم کو براہ راست وحی کے ذریعے منسوب کیا ہے۔ سورہ الأنبیاء، آیہ 80، "وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ" ، "اور ہم نے اسے زرہ بنانے کی صنعت سکھائی" (21:80) سورہ ہود، "وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا" اور ہماری نگرانی اور وحی کے مطابق کشتی بنا۔" (11:37) لیکن عمومی طور پر قرآن عقل و فطرت کو انسان کے لیے تولیدی رہنمائی کا فطری سرچشمہ قرار دیتا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ فطری انگیزہ، قوتِ تجزیہ، اور تکنیکی شعور عطا کیا ہے کہ وہ اشیاء کو بہتر طور پر پیدا کرے،

وسائل کو کم خرچ پر بروئے کار لائے، اور خود کفالت و ترقی کی راہ پر چلے۔ اسلامی اقتصادی تربیت میں تولید ایک ایسا جامع اور متحرک عنصر ہے جو نہ صرف معیشت کو فعال کرتا ہے بلکہ افراد کے اخلاق، نیت، عمل اور دینی شعور کو بھی جلا بخشتا ہے۔ پیداوار کا عمل اگر قربِ الٰہی، عدلِ اجتماعی، رزقِ حلال، اور خدمتِ خلق کے شعور سے مزین ہو، تو وہ محض دنیوی سرگرمی نہیں رہتا، بلکہ ایک ایسی عبادت بن جاتا ہے جو انسان کو روحانی بلندی اور اجتماعی فلاح کے سنگم پر لے جاتی ہے۔[8]

تولید (پیداوار) کے ذیلی عناصر (قدرتی وسائل)

خداوند متعال نے انسان کو خلیفتہ اللہ بنا کر، اعضا و جوارح عطا فرما کر، زمین و آسمان کو انسان کے لئے تسخیر کر کے، دن کو کام کرنے اور رات کو آرام کرنے جیسی نعمات عطا کر کے یہی چاہا ہے کہ وہ وہ زمین کو آباد کرے۔ اپنی صلاحیات کو استعمال کرتے ہوئے، قدرتی وسائل جیسے پانی، مٹی، ہوا، روشنی، معدنیات، نباتات، حیوانات اور کاشتکاری جیسی فعالیتوں اور سرگرمیوں کے ذریعے اس دنیا کو آباد کرے۔ تولید کے بنیادی عناصر و عوامل میں قدرتی وسائل اور ذرائع کی بنیادی حیثیت ہے۔ قدرت یا فطرت کے ذخائر، در حقیقت اللہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں، جو اشیاء اور خدمات کی پیداوار میں استعمال ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ماہرینِ اقتصادیات "زمین" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور ان کی مراد صرف زمین کی سطح نہیں بلکہ وہ سب کچھ ہوتا ہے جو زمین کی سطح پر اور اس کے باطن میں موجود ہے۔[9] مٹی کی قدرتی اور ختم نہ ہونے والی توانائیاں بھی انہی وسائل میں شامل ہیں۔

آج کی اقتصادی سوچ میں زمین پر موجود فضا (یعنی اس زمین کے ٹکڑے پر قائم ہونے کی جگہ) کو بھی ویسی ہی اہمیت حاصل ہے جیسی خود زمین کو۔ بعض قدرتی وسائل ایسے ہوتے ہیں جو ختم ہو جانے والے یا ناقابلِ تجدید کہلاتے ہیں، جیسے: خام تیل، پتھر، لوہا، مٹی، چراگاہیں اور جنگلات۔ یہ سب اشیاء اور خدمات کی پیداوار میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم سے یہ حقیقت اخذ کی جا سکتی ہے کہ یہ قدرتی وسائل اللہ کے ارادے سے اور انسان کی عملداری کے نتیجے میں یا تو گھٹ سکتے ہیں یا ان میں برکت اور اضافہ ہو سکتا ہے۔[10] عام طور پر قدرتی وسائل کو چار اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے: 1۔ قدرتی آبی ذخائر (جیسے: بارش، چشمے، دریا وغیرہ) 2۔ زمین (زرعی، رہائشی، تجارتی وغیرہ) 3۔ معدنیات (جیسے: سونا، لوہا، تیل، کوئلہ وغیرہ) 4۔ حیوانات، جنگلات اور چراگاہیں۔

پانی (زمین پر حیات کا بنیادی سرچشمہ)

پانی زمین پر حیات کا بنیادی اور ناگزیر سرچشمہ ہے۔ اس کے بغیر کسی بھی جاندار کا وجود ممکن نہیں۔ قرآن مجید اس حقیقت کو نہایت جامع انداز میں بیان کرتا ہے: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ)، یعنی ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی

سے پیدا کیا۔ (انبیاء :30) یہ آیت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ زندگی کی تمام صورتیں؛ نباتاتی ہوں یا حیوانی، انسانی ہوں یا غیر انسانی، پانی پر منحصر ہیں۔[11] اللہ تعالیٰ نے اس بنیادی نعمت کو انسان کے لیے بلا قیمت، حکمت اور مصلحت کے ساتھ مہیا فرمایا؛ نہ اتنی زیادہ کہ فساد کا سبب بنے اور نہ اتنی کم کہ ہلاکت کا موجب ہو۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ اللہ نے زمین کو پانی کے لیے قرارگاہ بنایا، اسے اس میں جاری کیا اور مختلف صورتوں میں ذخیرہ کیا، جیسے چشمے، نہریں اور کنویں، تاکہ انسان بارش کے نہ ہونے کی صورت میں بھی اس سے فائدہ اٹھاسکے۔ یہی تدبیر اس بات کی غماز ہے کہ پانی محض ایک طبعی عنصر نہیں بلکہ ایک منظّم الٰہی نظام کا حصہ ہے۔

قرآن کریم کی نگاہ میں پانی کو تمام عواملِ پیداوار میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے، بالخصوص بارش کے پانی کو، جسے قرآن بار بار مرکزِ توجہ بناتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بارش تمام آبی ذخائر کا اصل منبع ہے؛ اگر بارش نہ ہو تو چشمے، دریا، جھیلیں اور نہریں سب خشک ہو جائیں۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بارش کا پانی زرعی، صنعتی اور انسانی زندگی کے لیے خصوصی افادیت رکھتا ہے، جو مزید تحقیق وتدبر کا تقاضا کرتی ہے۔ قدرتی پانی کو عموماً تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے: پینے کا پانی، صنعتی پانی اور زرعی پانی۔ موجودہ بحث کا تعلق صنعتی اور زرعی پانی سے ہے، جو پیداواری عمل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ قرآن پانی کو زرعی پیداوار کا اساسی عنصر قرار دیتا ہے اور بارش کے نزول، اس کے اسباب اور زمین میں اس کے بہاؤ پر خاص زور دیتا ہے۔ یہاں تک کہ قرآن پانی کے ذریعے پیداوار کو براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ قرآن میں پانی کو عاملِ پیداوار کے طور پر پیش کرنے کے لیے مخصوص افعال استعمال ہوئے ہیں، جیسے: يُخْرَجُ بِهِ، يُنْبِتُ، يُحْيِي، يُسْقَى۔ ان افعال میں حرفِ باء (بِ) سببیت کو ظاہر کرتا ہے، یعنی پانی ہی ان تمام پیداواری افعال کا محرک اور سبب ہے۔[12]

قرآن بیان کرتا ہے: (وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ)(18:23) پھر اسی پانی کے ذریعے باغات، میوے، کھجور، انگور اور زیتون پیدا کیے گئے، جو انسانی رزق کا ذریعہ ہیں۔ قرآن مجید کی روشنی میں پانی محض ایک قدرتی وسیلہ نہیں بلکہ ایک عظیم الٰہی نعمت ہے، جو انسانی بقا، زرعی پیداوار، رزق کے تسلسل اور فطری توازن کی بنیاد ہے۔ پانی کے بغیر نہ انسان زندہ رہ سکتا ہے، نہ زراعت پنپ سکتی ہے اور نہ صنعت ترقی کر سکتی ہے۔ اسی لیے اسلامی فکر میں پانی کو ایک "نعمتِ تولید" (Productive Blessing) سمجھا جاتا ہے، جس کا شکر ادا کرنا اور اس کا تحفظ ہر انسان کی دینی، اخلاقی اور اجتماعی ذمہ داری ہے۔ قرآن سمندروں کے حوالے سے بھی پانی کے بے شمار فوائد بیان کرتا ہے: تازہ غذا (لحمِ طری)، قیمتی زیورات اور نقل و حمل کا مؤثر ذریعہ۔ سمندر انسانی خوراک کا عظیم خزانہ ہیں، جہاں سے بغیر اضافی انسانی محنت کے کثیر مقدار میں غذا حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح موتی، مرجان اور دیگر زیورات انسانی حسِ جمال کی تسکین کا ذریعہ بنتے ہیں، جو روحانی توازن کے لیے ضروری ہے۔

مزید برآں، بحری نقل و حمل انسانی تمدن اور عالمی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔[13] آخرکار قرآن پانی کو ایک ایسی نشانی کے طور پر پیش کرتا ہے جو کائنات کے محکم اور مربوط نظام، حیات کے تسلسل اور توحیدِ خالق پر واضح دلیل ہے۔ بارش، نباتات، حیوانات اور انسانی زندگی؛ سب ایک ہی رب کی ربوبیت کے مظاہر ہیں۔[14]

زمین: پیداوار کا گہوارہ

پانی اور زمین جیسی بنیادی نعمتوں کی حقیقی قدر و قیمت کا اندازہ ہمیں امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے اس بلیغ فرمان سے ہوتا ہے: "جس شخص کے پاس پانی اور مٹی ہو، پھر بھی وہ فقیر ہو، تو اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے"[15] یہ فرمان اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے کہ پانی اور زمین اگر درست فہم، محنت اور تدبیر کے ساتھ میسر ہوں تو فقر و محتاجی کا جواز باقی نہیں رہتا۔ تولید کے قدرتی عوامل میں زمین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ خداوندِ متعال نے انسان کو زمین جیسی عظیم نعمت عطا کی، جس کی سطح بھی قابلِ کاشت ہے اور جس کے باطن میں بے شمار خزانے پوشیدہ ہیں۔ زمین کو نہ اس قدر سخت بنایا گیا کہ اس میں کوئی چیز اگ نہ سکے، اور نہ اتنا نرم کہ ہر شے اس میں دھنس جائے، بلکہ اسے ایک متوازن، مضبوط اور قابلِ استفادہ نظام کے ساتھ انسان کے لیے مسخر کر دیا گیا۔

قرآن فرماتا ہے: "وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رام کر دیا، پس اس کے دوش پر چلو اور اس کے رزق میں سے کھاؤ"۔ اگر زمین مسلسل زلزلوں، آتش فشانی، یا سورج سے غیر متناسب فاصلے کا شکار ہوتی تو انسانی زندگی کے لیے کبھی سازگار نہ بن پاتی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لیے رام کیا تاکہ وہ محنت، کوشش اور تدبیر کے ذریعے اسے آباد کرے؛ رزق کا سامان اللہ نے مہیا کر دیا ہے، اور کوشش انسان کی ذمہ داری ہے۔[16]

قرآن کریم میں زمین کے لیے متعدد بامعنی تعبیرات استعمال ہوئی ہیں، جیسے: فراش، بساط، مہاد، کفّات اور ذلول۔ یہ تمام الفاظ اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ انسان کی مادی و معنوی ضروریات کا مرکز یہی زمین ہے، اور انسان کو اس کی آباد کاری کا مکلّف بنایا گیا ہے۔ قرآن بارہا مردہ زمین کے زندہ ہونے، اس سے دانے، پھل، سبزیاں، باغات اور چشموں کے نکلنے کا ذکر کرتا ہے تاکہ انسان اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے اور شکر ادا کرے۔ تاہم زمین خود اس وقت تک کچھ پیدا نہیں کرتی جب تک بارانِ رحمت نازل نہ ہو۔ یہی اللہ کی سنتِ احیاء ہے، جو معیشت، رزق اور آخرت تینوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ پاکیزہ زمین اللہ کے حکم سے خوب پیداوار دیتی ہے، جب کہ خراب زمین سے ناقص اور بے فائدہ نباتات کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ یہ محض زرعی حقیقت نہیں بلکہ ایک عمیق اخلاقی اور وجودی تمثیل بھی ہے: صرف فاعل کی فاعلیت کافی نہیں، بلکہ قابل کی قابلیت اور داخلی استعداد بھی ضروری ہے۔ جیسے بارش ایک ہی ہوتی ہے، مگر نتیجہ زمین کی کیفیت کے مطابق مختلف نکلتا ہے۔ یہی مثال اچھے اور بُرے انسان، صالح اور فاسد معاشرے کی ہے۔[17]

حیوانات، جنگلات اور چراگاہیں: قدرتی عوامل تولید کا جامع نظام

پانی اور مٹی جیسی بنیادی نعمتوں سے جو دیگر مخلوقات اور وسائل تولید کی صورت میں سامنے آتے ہیں، ان میں نباتات، حیوانات، جنگلات اور چراگاہیں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ جنگلات محض ماحولیاتی توازن کا ذریعہ نہیں بلکہ لکڑی، عمارتی مواد، کاغذ سازی، فائبر اور دیگر صنعتی مصنوعات کے لیے بنیادی وسائل فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح جنگلات اور چراگاہیں جانوروں کے لیے قدرتی چارہ گاہیں ہیں، جہاں سے مویشیوں کو خوراک ملتی ہے، اور یہی مویشی گوشت، دودھ، اون، پشم، کھال اور دیگر اشیاء کی پیداوار کا ذریعہ بنتے۔[18] قرآنِ کریم اگرچہ ان وسائل کے صنعتی و پیداواری مراحل کو تفصیل سے بیان نہیں کرتا، مگر عمومی انداز میں انسان اور جانور دونوں کے استفادے کو نمایاں کرتا ہے۔ گھریلو جانوروں کا چراگاہوں سے چارہ کھانا، اور انسان کا ان جانوروں سے فائدہ اٹھانا، درحقیقت پیداوار کے ایک مربوط اور قدرتی نظام کا حصہ ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ترجمہ: "وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا، جس سے تم پیتے ہو، اور اسی سے وہ درخت اُگتے ہیں جن میں تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو"۔ (10:16) بارانِ رحمت کے نتیجے میں مردہ زمین زندہ ہوتی ہے، سبزہ اگتا ہے، جانور اس سے غذا حاصل کرتے ہیں اور انسان انہی جانوروں سے اپنی ضروریات پوری کرتا ہے۔ یوں نباتات، حیوانات اور انسان ایک ہی قدرتی زنجیر میں جڑے نظر آتے ہیں۔

قرآن مزید بیان کرتا ہے کہ زمین کو انسان کے لیے گہوارہ بنایا گیا، اس میں راستے پیدا کیے گئے، آسمان سے پانی نازل کیا گیا اور اس کے ذریعے مختلف نباتات اگائی گئیں، تاکہ انسان خود بھی کھائے اور اپنے جانوروں کو بھی چرائے۔ اناج، سبزیاں، انگور، زیتون، کھجور، گھنے باغات، میوے اور چارہ "یہ سب انسان اور اس کے مویشیوں کے لیے سامانِ زیست ہیں۔ (80:25-32) نباتات چاہے جڑی بوٹیوں کی صورت میں ہوں، سبزے کی شکل میں یا درختوں اور چراگاہوں کی صورت میں، یہ تمام مخلوقاتِ الٰہی کے لیے رزق اور پیداوار کے عظیم ذرائع ہیں۔ اسی لیے قرآن اعلان کرتا ہے: "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکوگے" اور سورۂ رحمٰن میں بار بار سوال اٹھاتا ہے: "تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤگے؟"

ان آیات میں ایک نہایت اہم نکتہ یہ ہے کہ مادی اور روحانی نعمتیں باہم اس طرح مربوط ہیں کہ انہیں الگ نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کبھی بھی محض مادی زاویے سے بات نہیں کرتا؛ حتیٰ کہ جب درختوں، پھلوں اور سورج و چاند کا ذکر کرتا ہے تو انہیں خدائی عظمت اور روحانی ہدایت کی نشانی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ رزق کے بارے میں قرآن وعدہ تو کرتا ہے، مگر ہدایت کے بارے میں صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ اللہ پر لازم ہے کہ وہ سیدھا راستہ

دکھائے، اور اسی مقصد کے لیے مادی وسائل بھی عطا کرتا ہے۔ قرآن میں زیتون، کھجور اور انگور کا خصوصی ذکر محض جغرافیائی اتفاق نہیں بلکہ عمیق حکمت کا حامل ہے۔

جدید غذائی اور طبّی تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ یہ تینوں پھل انسانی جسم کے لیے غیر معمولی فوائد رکھتے ہیں۔ زیتون کا تیل توانائی بخش، جگر دوست اور متعدد بیماریوں کے لیے مفید ہے، اسی لیے اسے اسلامی روایات میں "انبیا کی غذا" کہا گیا ہے اور قرآن نے اسے "شجرۂ مبارکہ" قرار دیا ہے۔[19] کھجور ایک مکمل غذا اور دوا ہے؛ اس میں کیلشیم، فاسفورس، پوٹاشیم اور میگنیشیم جیسے اہم عناصر پائے جاتے ہیں، جو ہڈیوں، اعصاب، دماغ اور عمومی صحت کے لیے ناگزیر ہیں۔ احادیث میں کھجور کو شفا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اور جدید تحقیق اسے سرطان سے بچاؤ میں مؤثر مانتی ہے۔[20] انگور کو ماہرین ایک قدرتی دواخانہ قرار دیتے ہیں؛ یہ خون صاف کرتا ہے، جسمانی زہریلے مادے خارج کرتا ہے، اعصاب اور دل کو تقویت دیتا ہے اور کئی امراض میں شفا کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بہترین پھل انگور ہے"۔[21] خلاصہ یہ کہ نباتات، حیوانات، جنگلات اور چراگاہیں محض معاشی وسائل نہیں بلکہ ایک جامع الٰہی نظام کا حصہ ہیں، جو انسان کی مادی ضروریات کے ساتھ اس کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت کا بھی ذریعہ ہیں۔ قرآن کا یہ انتخاب آج کے انسان کے لیے ایک واضح پیغام اور ایک زندہ علمی و ایمانی معجزہ ہے۔[22]

ہوائیں اور معادن بطورِ قدرتی تولیدی عوامل
اسلامی اقتصادی تربیت کے تناظر میں ایک تحلیلی مطالعہ

اسلامی معاشی نظریہ پیداوار (Production) کو محض مادی عوامل کے مجموعے کے طور پر نہیں دیکھتا، بلکہ اسے ایک ہمہ جہت عمل قرار دیتا ہے جس میں قدرتی وسائل، انسانی محنت، اخلاقی ذمہ داری اور الٰہی نظم باہم مربوط ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم جن عناصر کو انسانی معیشت کی بنیاد قرار دیتا ہے، ان میں ہوائیں اور معادن نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں عوامل اگرچہ براہِ راست انسانی اختیار میں نہیں، مگر عملی طور پر زرعی، صنعتی اور تجارتی پیداوار میں فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔

ہوائیں: غیر مرئی مگر بنیادی پیداواری محرک

قرآنِ کریم ہواؤں کو محض ایک طبعی مظہر نہیں بلکہ آیاتِ الٰہی کے طور پر پیش کرتا ہے، جو انسانی معاشی سرگرمیوں میں براہِ راست مداخلت رکھتی ہیں۔ سمندری تجارت، جو قدیم اور جدید دونوں معاشی نظاموں میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے، ہواؤں کے بغیر ناقابلِ تصور ہے۔ قرآن اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو

ہواؤں کو ساکن کر دے اور کشتیاں سمندر میں ٹھہر جائیں۔ (5:45) اس سے واضح ہوتا ہے کہ عالمی تجارت، نقل و حمل اور معاشی ربط، سب کچھ ایک ایسے قدرتی نظام پر قائم ہے جو انسانی کنٹرول سے ماورا ہے۔[23] اسلامی اقتصادی فکر میں ہوا کو Natural Public Good یا قدرتی اجتماعی اثاثہ قرار دیا جا سکتا ہے، جو بلا معاوضہ انسان کو عطا کیا گیا ہے۔

ہوائیں بارش کے نظام کو متحرک کرتی ہیں، موسم کو اعتدال میں رکھتی ہیں، آلودگی کو کم کرتی ہیں، آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کے تبادلے کے ذریعے حیاتیاتی توازن برقرار رکھتی ہیں، نباتات کی پولی نیشن میں مدد دیتی ہیں اور زرعی پیداوار میں اضافہ کرتی ہیں۔[24] یوں ہوا زرعی، بحری اور ماحولیاتی پیداوار کا ایک بنیادی مگر غیر محسوس عنصر ہے۔ اسلامی اقتصادی تعلیم کے تناظر میں ہواؤں کی یہ حیثیت اس امر کی متقاضی ہے کہ انہیں محض سائنسی حقیقت کے طور پر نہیں بلکہ اخلاقی امانت کے طور پر پڑھایا جائے۔ بچوں اور طلبہ میں یہ شعور پیدا کرنا کہ معاشی ترقی ایسے عوامل پر منحصر ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں، انہیں شکر گزاری، تواضع اور ماحولیاتی ذمہ داری کی طرف مائل کرتا ہے۔ یہی تربیت مستقبل میں وسائل کے غیر ذمہ دارانہ استعمال کو روکنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

معادن: خام سرمایہ سے تمدنی ترقی تک

قرآنِ کریم زمین کو انسانی زندگی کے لیے محض رہائش گاہ نہیں بلکہ معاش یعنی زندگی کے وسائل کا مرکز قرار دیتا ہے۔ (10:7) تفسیری روایات کے مطابق ان وسائل میں معادن کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جنہیں قرآن "خزائن الأرض" سے تعبیر کرتا ہے۔[25] اہلِ بیتؑ کی روایات میں سونا، چاندی، لوہا، تانبا، سیسہ، قیمتی پتھر، تیل اور دیگر معدنیات کو براہِ راست الٰہی عطیہ قرار دیا گیا ہے، جو انسانی ضروریات کی تکمیل اور تمدنی ترقی کے لیے زمین میں ودیعت کیے گئے ہیں۔ اسلامی معاشی نظریے میں معادن کو Primary Productive Assets سمجھا جاتا ہے۔ یہ بذاتِ خود معاشی قدر پیدا نہیں کرتے، مگر جب انسانی عقل، محنت اور ٹیکنالوجی ان سے وابستہ ہوتی ہے تو یہی معدنیات صنعت، تعمیرات، توانائی اور مالیاتی نظام کی بنیاد بن جاتی ہیں۔ اس تناظر میں معادن انسانی تخلیقی صلاحیتوں کو فعال کرنے کا ذریعہ ہیں، نہ کہ محض دولت کے انبار لگانے کا وسیلہ۔

لوہا، صنعت اور عدلِ اجتماعی

قرآنِ کریم نے خاص طور پر لوہے کا ذکر کرتے ہوئے اس میں "شدید قوت" اور "لوگوں کے لیے فائدے" بیان کیے ہیں (25:57) مفسرین کے مطابق لوہا انسانی تمدن کے بنیادی ستونوں: زراعت، صنعت، رہائش اور حکومت" سے براہِ راست وابستہ ہے۔[26] اگر لوہا نہ ہوتا تو نہ زرعی اوزار ممکن تھے، نہ تعمیرات، نہ دفاع، اور نہ ہی ریاستی نظم

کا قیام۔ اسلامی اقتصادی فکر میں طاقت اور صنعت کا مقصد غلبہ یا استحصال نہیں بلکہ عدلِ اجتماعی کا قیام ہے، جس کی علامت قرآن میں "میزان" ہے۔ یوں معادن کا استعمال اخلاقی حدود کے اندر رہ کر، اجتماعی فلاح اور انصاف کے لیے ہونا چاہیے۔ حضرت سلیمانؑ کی حکمرانی اس کا عملی نمونہ ہے، جہاں ہوائیں، دھاتیں اور محنت سب الٰہی قیادت کے تحت منظّم ہو کر تمدنی ترقی کا ذریعہ بنتی ہیں، مگر اصل تاکید شکر گزاری پر رہتی ہے۔ (34: 12–13)

تعلیمی و تربیتی پہلو

اسلامی اقتصادی تعلیم میں ہوائیں اور معادن کو بطورِ تولیدی عوامل متعارف کرانے کا مقصد محض معلومات کی ترسیل نہیں بلکہ معاشی اخلاقیات کی تشکیل ہے۔ طلبہ کو یہ سکھانا ضروری ہے کہ پیداوار صرف انسانی مہارت کا نتیجہ نہیں بلکہ فطرت اور الٰہی نعمتوں کے ساتھ تعاون کا ثمر ہے۔ یہ شعور ایک ایسی نسل تیار کرتا ہے جو قدرتی وسائل کو استحصال کے بجائے امانت سمجھ کر استعمال کرے۔ اسلامی اقتصادی فکر میں قدرتی وسائل کا دائرہ صرف پانی اور زمین تک محدود نہیں، بلکہ اس میں وہ تمام عناصر شامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانی فلاح کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان میں ہوائیں اور زیرِ زمین پوشیدہ معدنیات کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عوامل پیداوار کے عمل کو نہ صرف ممکن بناتے ہیں بلکہ اسے وسعت اور تنوع بھی عطا کرتے ہیں۔

سرمایہ (Capital) : پیداوار کا محرک اور امانتِ الٰہی

سرمایہ (Capital) پیداوار کے بنیادی عناصر میں نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ مالی اور غیر مالی وسائل کا مجموعہ ہے جو پیداوار کے ہر مرحلے میں استعمال ہوتے ہیں، جیسے خام مال کی خریداری، مزدوروں کی اجرت، مشینری، اشتہارات، اور مصنوعات کی ترسیل و فروخت۔ اگرچہ ماہر انجینیئرز، محنتی مزدور اور جدید مشینری موجود ہوں، تب بھی سرمایہ کی غیر موجودگی میں پیداوار ممکن نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ نہ صرف پیداوار کے آغاز بلکہ اس کی تکمیل اور مارکیٹ تک رسائی کا بنیادی وسیلہ ہے۔[27]

سرمائے کی اقسام: ایک جامع اسلامی تصور

فزیکل یا مادی سرمایہ (Physical Capital): مشینیں، اوزار، گودام، ٹرانسپورٹ وغیرہ، جو براہِ راست پیداوار میں استعمال ہوتے ہیں۔ مالی سرمایہ (Financial Capital): روپیہ، بینک قرض، اسٹاک مارکیٹ، صکوک وغیرہ، جو مالی وسائل فراہم کرتے ہیں۔ انسانی سرمایہ (Human Capital): علم، مہارت، تجربہ اور فکری صلاحیت رکھنے والے افراد، جو پیداوار کی کارکردگی بڑھاتے ہیں۔ اجتماعی سرمایہ (Social Capital): باہمی اعتماد، تعاون، امانتداری اور سماجی اقدار جو افراد کو اجتماعی ترقی کے راستے پر گامزن کرتے ہیں۔ معنوی یا

روحانی سرمایہ (Spiritual Capital): دین، اخلاص، توکل، نیکی اور اخلاقی اوصاف جو انسان کو ذمہ دارانہ اقتصادی فیصلے کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔[28]

اسلامی فلسفۂ سرمایہ کاری: گردشِ دولت اور سماجی تحفظ

اسلامی تعلیمات کا بنیادی اصول یہ ہے کہ سرمایہ گردش میں رہنا چاہیے، ایک ہی جگہ منجمد نہ رہے۔ حتیٰ کہ وہ افراد جو اپنے مال کو صحیح انداز میں خرچ نہیں کر سکتے، چاہے انہیں کوئی شعوری مسئلہ ہو یا ابھی نابالغ ہوں، ان کے مال کو بھی اقتصادی گردش میں لانے کا حکم ہے۔ قرآنِ کریم اس اصول کو یوں بیان کرتا ہے: "وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا" (4:5) ترجمہ: "اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظامِ زندگی قائم کر رکھا ہے، بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو، (البتہ) ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو"۔ اس آیت کی تفسیر میں اسلامی مفکرین یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ مال کو اقتصادی نظام سے باہر نکال کر منجمد کرنا درست نہیں، بلکہ اسے گردش میں لا کر اس سے حاصل ہونے والے فائدے سے ان کی ضروریات پوری کی جائیں، جبکہ اصل مال سرمائے کے طور پر محفوظ رہے۔[29] یہ اصول مغربی تصور کے برعکس ہے، جہاں سرمائے کا مقصد محض انفرادی منافع ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں سب سے بہتر بچت وہ ہے جو اقتصادی نظام میں شامل ہو کر سرمایہ کاری کا ذریعہ بنے۔

اس کے برعکس، فرعونی معیشت کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ لوگوں میں مال کو جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ لوگ تب ہی خود کو محفوظ تصور کرتے ہیں جب وہ اپنی اضافی دولت کو سونے، چاندی یا دیگر اشیائے قیمتی کی شکل میں ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ لیکن قرآن کی نظر میں یہ رویہ ناپسندیدہ اور قابلِ مذمت ہے، جیسا کہ سورۂ ہمزہ اور قارون کی داستان میں ایسے طرزِ عمل پر عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق، دو چیزیں انسان کی ہلاکت کا سبب بنتی ہیں: غربت کا خوف اور فخر و غرور کی طلب۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "أَهْلَكَ النَّاسَ اثْنَانِ خَوْفُ الْفَقْرِ وَطَلَبُ الْفَخْرِ" (دو چیزوں نے لوگوں کو ہلاک کیا: فقر کا خوف اور فخر کی خواہش)۔[30]

قرآنی اقتصادی ثقافت میں، اس خوف کا علاج "وقف" جیسے نظاموں میں موجود ہے، جہاں لوگ اپنی دولت کو خدا کی راہ میں وقف کر کے نہ صرف دائمی ثواب حاصل کرتے ہیں بلکہ ایک ایسا سماجی تحفظ کا نظام بھی قائم کرتے ہیں جو ضرورت کے وقت ان کی مدد کرتا ہے۔ آج کی دنیا میں انشورنس کمپنیاں اسی خوف سے فائدہ اٹھاتی ہیں، لوگوں کو ممکنہ حادثات یا بیماریوں کے خوف میں مبتلا کر کے ہر سال بھاری رقمیں وصول کرتی ہیں، اور اگر کوئی حادثہ نہ ہو تو ساری رقم کمپنیوں کے خزانے میں جمع ہو جاتی ہے۔ قرآن کی تعبیر کے مطابق شیطان انسان کو فقر سے ڈراتا ہے۔

اس کے برعکس، قرآنی اقتصادی ثقافت میں وقف اور نذر سماجی تحفظ کے مؤثر ذرائع ہیں۔ اگر لوگ اپنی دولت خدا کی راہ میں نیتِ خالص کے ساتھ خرچ کریں تو نہ صرف انہیں دنیوی واخروی فوائد حاصل ہوں گے بلکہ کسی مشکل کے وقت وہ وقف کے اداروں سے مالی مدد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح غربت کا خوف ختم اور اجتماعی فلاح ممکن بنتی ہے۔ اسلامی اقتصادی تربیت بچوں اور نوجوانوں کو یہ سکھاتی ہے کہ دولت کو گردش میں لانا، اسے محض ذخیرہ کرنے کے بجائے خیر اور پیداواری استعمال میں لگانا انسان کی اخلاقی، سماجی اور روحانی ذمہ داری ہے۔[31]

سرمایہ کاری کے قرآنی ماڈل: حضرت یوسفؑ اور جناب ذوالقرنین

قرآنِ کریم میں سرمایہ کاری اور اقتصادی منصوبہ بندی کی بہترین مثالیں حضرت یوسفؑ اور جناب ذوالقرنین کے واقعات میں ملتی ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے مصر کے بادشاہ کو قحط سے بچنے کے لیے جو ہدایات دیں، ان میں ایک یہی تھی کہ سرمایہ کاری اس انداز میں کی جائے کہ سخت حالات میں اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ انہوں نے حکم دیا کہ پیداوار کے پہلے سات سالوں میں غلے کو اس کی بالیوں سمیت ذخیرہ کیا جائے تاکہ وہ موسمی شدت اور کیڑوں سے محفوظ رہے۔ یہ محض ذخیرہ اندوزی نہیں تھی، بلکہ مستقبل کی منصوبہ بندی اور بحران سے نمٹنے کے لیے ایک جامع اقتصادی حکمت عملی تھی۔ قرآن اس منصوبے کے اگلے مرحلے کو یوں بیان کرتا ہے: "ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ" (12:48) ترجمہ: "پھر اس کے بعد سات برس ایسے سخت آئیں گے جن میں وہ غلہ کھا لیا جائے گا جو تم نے ان سالوں کے لیے جمع کر رکھا ہو گا سوائے اس تھوڑے حصے کے جو تم بچا کر رکھو گے۔"

اسی طرح، جناب ذوالقرنین کے واقعے میں جب ایک قوم نے یاجوج وماجوج سے حفاظت کے لیے دیوار بنانے کی درخواست کی اور اس کے عوض "خَرْج" (مال) دینے کی پیشکش کی، تو انہوں نے مالی سرمائے کو قبول کرنے کی بجائے انسانی اور مادی سرمائے کو متحرک کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے فرمایا: "مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا" (18:95)، یعنی "جو مقدور خدا نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے۔ تم مجھے قوت (بازو) سے مدد دو"۔ یہاں فکری سرمایہ (جناب ذوالقرنین کی مہارت) اور انسانی قوت (قوم کے افراد) کے ساتھ لوہے اور تانبے جیسے مادی سرمائے کو ملا کر ایک ایسا عظیم منصوبہ مکمل کیا گیا جو معاشرتی تحفظ اور ترقی کا باعث بنا۔ یہ قرآنی مثالیں واضح کرتی ہیں کہ اسلام میں سرمایہ محض دولت کا انبار نہیں، بلکہ ایک متحرک قوت ہے جسے علم، محنت اور منصوبہ بندی کے ساتھ ملا کر معاشرتی فلاح کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ سرمائے کو ضائع ہونے سے بچانا، اس کا درست استعمال کرنا، اور اسے بہتر مواقع میں لگانا اہم تربیتی ہدف ہے۔ اس میں خاندانی تربیت، تعلیمی ادارے، سماجی روابط اور دینی تعلیمات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

محنت و عمل: پیداوار کی روحانی اساس

قدرتی وسائل اور سرمائے کے بعد، اسلامی اقتصادی نظام میں جس عنصر کو بنیادی ترین حیثیت حاصل ہے، وہ کام، محنت اور سعی و جہد (کوشش) ہے۔ اسلام، پیداوار کے عمل کو محض وسائل اور سرمائے کا مکینیکل امتزاج نہیں سمجھتا، بلکہ اس میں انسانی محنت کو وہ روحانی قوت قرار دیتا ہے جو بے جان مادے کو بامقصد اور نفع بخش اشیاء میں تبدیل کرتی ہے۔ انسان کو اعضاء و جوارح عطا کرکے دنیا و مافیہا کا اُس کے لیے تسخیر کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ انسان محنت اور کوشش کے ذریعے اس کائنات کو آباد کرے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر محنت، کوشش اور معاشی فعالیت کی تاکید کی گئی ہے، جن میں فعل "لِتَبْتَغُوا" (تاکہ تم تلاش کرو) بطور کلیدی اصطلاح بارہا استعمال ہوا ہے، جو طلبِ معاش، سعی و کسب اور رزقِ حلال کے لیے جد و جہد کی علامت ہے۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ کوشش انسان کی ذمہ داری ہے اور فضل و رزق کا عطا کرنا اللہ کا کام ہے۔ یہی توازن توکل اور عمل کے درمیان مطلوب ہے۔[32]

کام بحیثیتِ انسانی ذمہ داری اور عبادت

اسلامی تصور میں کام محض روزی روٹی کا ذریعہ نہیں، بلکہ انسان کی جسمانی و ذہنی توانائیوں کا مثبت اظہار اور اس کے وجود کا بنیادی جوہر ہے۔ یہ انسان کو بیکاری کے گھٹن زدہ ماحول سے نکال کر اسے ایک بامقصد زندگی عطا کرتا ہے۔ یہ نہ صرف معاشی خود مختاری دیتا ہے بلکہ روحانی تسکین کا بھی ذریعہ ہے۔ کام کے بغیر انسانی وجود بے فائدہ ہے۔ پس، کام انسان کی پہچان، اس کی عزتِ نفس اور کامیاب زندگی کی کنجی ہے۔[33] قرآنِ کریم اس اصول کو نہایت واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے: "لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ" (53:39) ترجمہ: "اور یہ کہ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے"۔ یہ قرآنی پیغام اس بات پر زور دیتا ہے کہ مومن کو دوسروں کے انتظار میں نہیں بیٹھنا چاہیے کہ وہ اس کے امور انجام دیں اور اس کی معاشرتی مشکلات کو حل کریں۔ اسے خود کمرِ ہمت باندھ کر میدان میں وارد ہونا ہے اور اپنی کوشش و محنت کرنی ہے، چاہے مقصد حاصل ہو یا نہ ہو، انسان کی ذمہ داری کوشش کرنا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں کام اور محنت کو اس قدر بلند مقام حاصل ہے کہ اسے عبادت کے ساتھ مربوط کر دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ جمعہ کی نماز جیسی اہم عبادت کے فوراً بعد بھی زمین میں پھیل کر اللہ کا فضل تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ تعلیمات ایک ایسے واضح نظامِ معیشت و محنت کو پیش کرتی ہیں جس میں عبادت اور عمل باہم مربوط ہیں۔

سیرتِ انبیاء و معصومینؑ: محنت کی عظمت کا عملی نمونہ

اسلامی تعلیمات اور معصومین کی سیرت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ دنیاوی زندگی کی بہتری، خاندان کی آسائش اور دوسروں کی خدمت کے لیے محنت و مشقت نہ صرف پسندیدہ عمل ہے بلکہ عبادت کے درجے میں شمار ہوتا ہے۔

معصومین نے نہ صرف عمل کے ذریعے اس راہ کی نشان دہی کی، بلکہ امت کو بھی مسلسل سعی و جہد کی دعوت دی۔ انہوں نے کاہلی، بیکاری اور دوسروں پر انحصار کو سختی سے ناپسند فرمایا۔ بلند ترین سماجی مقام کے باوجود، معصومین نے کسبِ معاش سے کنارہ کشی اختیار نہ کی۔ وہ جانتے تھے کہ عزت کی روزی، ہاتھ کی محنت سے ہی حاصل ہوتی ہے، چاہے معاشرہ اسے معمولی سمجھے یا طنز کے تیروں سے نشانہ بنائے۔ اُس زمانے میں روزگار کے ذرائع محدود تھے: زراعت، مزدوری، مویشی پالنا اور تجارت، لیکن معصومین ان سب میں مشغول نظر آتے ہیں، اور ہمیں ان سے عملی مثالیں ملتی ہیں۔[34] امام علیؑ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ گھر کے کاموں میں مشغول رہتے، لکڑیاں لاتے، پانی بھرتے اور صفائی کرتے، جبکہ حضرت فاطمہؑ گندم پیستیں، آٹا گوندھتیں اور روٹی پکاتی تھیں۔[35] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہلِ بیتؑ کی زندگی میں محنت کو گھر کے امن و سکون کا ستون سمجھا جاتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ کے بقول، "أَعْتَقَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَلْفَ مَمْلُوكٍ مِنْ مَالِهِ وَكَدِّ يَدِهِ" (امیر المومنینؑ نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے ایک ہزار غلام آزاد کیے)۔[36] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معصومین کی معیشت عزت، استقلال اور جدوجہد سے عبارت تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے ہاتھ کو چوما جو محنت کی وجہ سے کھردرے ہو گئے تھے اور فرمایا: "هَذِهِ يَدٌ لَّا تَمَسُّهَا النَّارُ" (یہ وہ ہاتھ ہے جسے دوزخ کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی)۔[37] یہ واقعات واضح کرتے ہیں کہ اسلام میں محنت کو محض ایک معاشی ضرورت نہیں بلکہ ایک روحانی اور اخلاقی قدر سمجھا جاتا ہے جو انسان کو اللہ کے قریب کرتی ہے۔

خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار پیداواری کام

قرآنِ مجید میں جناب ذوالقرنین کی زندگی، قیادت، دیانت داری اور عوامی خدمت کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ جب ایک پسماندہ قوم نے یاجوج و ماجوج کے فتنے سے بچاؤ کے لیے دیوار کی درخواست کی اور اس کے عوض معاوضہ دینا چاہا، تو حضرت ذوالقرنین نے اسے رب کی عطا پر ترجیح دی اور فرمایا: "مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ" (18:95) (جو کچھ میرے رب نے مجھے دیا ہے، وہی میرے لیے کافی اور بہتر ہے)۔ انہوں نے اپنی فنی مہارت، انتظامی حکمت اور عوامی تعاون سے ایک ایسی مضبوط دیوار تعمیر کی، لیکن اس عظیم کارنامے پر بھی فخر نہ کیا بلکہ اسے اللہ کی رحمت قرار دیا: "هَذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي" (یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے)۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی تصور میں پیداواری عمل کا مقصد ذاتی مفاد یا شہرت نہیں، بلکہ خدمتِ خلق اور اجتماعی فلاح ہے۔ جب کہ ایک دوسری فکر بھی قرآن ہمارے لئے بیان فرماتا ہے جس میں انسان اس حد تک طغیانی کیفیت میں مبتلا ہوتا ہے کہ " فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ" (79:24) کہنے لگتا ہے اور اسی فکر کے حامل افراد جب کسی کامیابی کو حاصل کر لیتے ہیں تو کہتے نظر آتے ہیں "قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِيٓ" (28:78) ۔

پیداوار کے مشاغل اور اسلامی اقتصادی تربیت

پیداوار کے عمل میں زمین، جانور، اور انسانی صلاحیتیں بنیادی عناصر ہیں جو معاشی گردش میں شامل ہوتی ہیں۔ قرآنِ حکیم نے زراعت، مویشی بانی، تجارت اور صنعت کو معاشی خوشحالی اور اجتماعی ترقی کے لیے اہم قرار دیا ہے۔ زراعت قدیم اور محنت طلب پیشہ ہے، جس میں اناج، سبزی، پھل اور باغبانی شامل ہے۔ قرآن و احادیث میں زراعت کو انبیاء کا پیشہ اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل کہا گیا ہے؛ امام باقرؑ فرماتے ہیں: "زراعت سے انسان، پرندے اور جانور سب مستفید ہوتے ہیں"۔[38] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان کوئی درخت بوئے اور اس سے انسان، پرندہ یا جانور کچھ کھائے تو یہ صدقہ ہے"۔[39] کیٹل فارمنگ بھی بنیادی معاشی ستون ہے، جو خوراک، لباس، نقل و حمل، زراعت اور معاشرتی فلاح میں کردار ادا کرتی ہے۔ قرآن مجید میں چارپایوں کو رزق و روزگار کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور ان کے فوائد، خوراک و لباس سے لے کر عبادات اور سماجی تعاون تک بیان کیے گئے ہیں (16: 6-7)۔ احادیث میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے، تاکہ مادی و معنوی تربیت حاصل ہو۔ اسلامی اقتصادی تربیت میں یہ پیداواری شعبے فرد کی محنت، خود کفالت، اخلاق، اجتماعی تعاون اور خدمت خلق کی تربیت کے اہم وسائل ہیں۔ زمین اور جانوروں کی پیداواری صلاحیت کو خدا کی رضا اور معاشرتی بھلائی کے لیے استعمال کرنا، اقتصادی نظام میں اخلاق، عدل اور پائیداری قائم رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔

صنعت : (Industry) وسائل کی تبدیلی اور الٰہی رہنمائی

اسلامی اقتصادی نظام میں پیداوار کا عمل محض قدرتی وسائل کے حصول تک محدود نہیں، بلکہ ان وسائل کو انسانی محنت اور علم کے ذریعے مفید اشیاء میں تبدیل کرنے کا عمل، یعنی "صنعت"، بھی اس کا ایک لازمی جزو ہے۔ قرآنی تعبیر میں کسی بھی کام کو کمال مہارت کے ساتھ اچھی طرح انجام دینے کو "الصَّنْع" کہا جاتا ہے۔[40] صنعت کسی بھی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی سمجھی جاتی ہے، مگر یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ صنعتی ترقی کے لیے بنیادی وسائل اور جدید اوزار کارنا گزیر اور ضروری ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے صنعت محض ایک مادی و تکنیکی مظہر نہیں بلکہ ایک تکوینی و اخلاقی امانت ہے، جو انسانی معیشت کو الٰہی مقاصد کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

قرآنِ کریم اس تصور کو حضرت داؤد علیہ السلام کی مثال سے واضح کرتا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے زرہ سازی کی صنعت سکھائی تھی۔ یہ علم محض ایک تکنیکی مہارت نہیں تھا، بلکہ اس کا ایک واضح مقصد تھا: "وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ" (21:80) ترجمہ: "اور ہم نے تمہارے لیے انہیں زرہ سازی کی صنعت سکھائی تاکہ تمہاری لڑائی میں وہ تمہارا بچاؤ کرے، تو کیا تم شکر گزار ہو؟"

یہ آیت اسلامی فلسفۂ صنعت کے دو بنیادی اصولوں کو واضح کرتی ہے: 1)۔ مقصدیت (Purpose): صنعت کا مقصد انسانوں کو جنگی خطرات اور سماجی ابتلاؤں سے محفوظ رکھنا ہے ("لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ")، نہ کہ استعماری تسلط یا سرمایہ دارانہ اجارہ داری قائم کرنا۔ یہی وہ تربیتی پیغام ہے کہ صنعت کو ہمیشہ خدمتِ خلق اور عدلِ اجتماعی کے اصولوں کے تحت بروئے کار آنا چاہیے۔[41] 2)۔ شکر گزاری (Gratitude): آیت کا آخری حصہ ("فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ") اس بات پر زور دیتا ہے کہ صنعت کی بدولت حاصل ہونے والی امن و خوشحالی صرف ایک مادی کامیابی نہیں بلکہ ایک الٰہی نعمت ہے جس پر شکر گزاری واجب ہے۔ شکر کا یہ تصور محض زبان سے اعتراف نہیں بلکہ اس کے صحیح مصرف (استعمال)، عادلانہ تقسیم اور سماجی فلاح میں اس کا استعمال ہے۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سازی کا عمل بھی وحیِ الٰہی کی رہنمائی میں تھا "وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا" (11:37)۔ یہ قرآنی اشارات اس بات کی دلیل ہیں کہ انبیاء خود اہل صنعت و کار تھے اور فطرت کو خدا کے اذن سے مسخر کرتے تھے۔ یوں اسلامی صنعت کا تصور، سرمایہ دارانہ اجارہ داری اور اشتراکی جبر سے ممتاز ہو کر عقل و وحی کے امتزاج پر مبنی ایک عادلانہ و تربیتی نظام پیش کرتا ہے۔

مدیریت (Management): پیداواری عمل کی تنظیم اور حکمت

پیداواری عوامل میں سے اہم ترین عامل، جو دیگر تمام عوامل: وسائل، سرمایہ، محنت اور صنعت؛ کو منظّم کرتا ہے، وہ مدیریت (Management) ہے۔ انتظام یا مینجمنٹ کسی بھی ادارے یا پیداواری نظام کی بنیاد ہے، کیونکہ یہ وسائل اور عواملِ پیداوار (انسانی، مالی اور تکنیکی) کو مؤثر طریقے سے منظّم کرتا ہے اور پیداوار کے عمل کو نتیجہ خیز بناتا ہے۔ کام انسانی جسمانی یا ذہنی کوشش ہے جو پیداواری عمل میں شامل ہوتی ہے، اور عام طور پر خطرے سے آزاد ہوتی ہے، مگر مدیریت کے لیے خاص ذہنیت درکار ہوتی ہے، جس کے ساتھ انسان خطرات کو مول لیتا ہے۔ اس کا حقیقی اثر صرف اس وقت ممکن ہے جب اسے مناسب انتظام، حکمتِ عملی اور رہنمائی کے ساتھ مربوط کیا جائے۔[42]

ایک مؤثر انتظامی نظام میں تقسیمِ کار، فیصلہ سازی، منصوبہ بندی، مہارت، تخصص (Specialization)، نگرانی اور جائزہ شامل ہوتے ہیں، جو پیداواری عمل کو منظّم، مستحکم اور پائیدار بناتے ہیں۔ مدیر اپنی تجزیاتی اور فیصلہ سازی کی مہارت کے ذریعے وسائل کو بہتر طریقے سے مختص کرتے، اخراجات کنٹرول کرتے اور پیداواریت بڑھاتے ہیں۔ ان کی ذکاوت، تیز فکری اور رسک (Risk) لینے کی صلاحیت ادارے کو اقتصادی مواقع، مارکیٹ کے رجحانات اور خطرات کے مطابق مؤثر حکمتِ عملی وضع کرنے کی طاقت دیتی ہے، جو استحکام، ترقی اور پائیداری کو یقینی بناتی ہے۔ یوں، کار اور انتظام ایک دوسرے کے تکمیلی ستون ہیں: کام! عملی توانائی اور کوشش ہے، اور انتظام ہدایت، منصوبہ

بندی اور وسائل کی مؤثر رہنمائی ہے۔ بغیر محنت، بہترین منصوبہ بندی عملی نتائج میں تبدیل نہیں ہوتی، اور بغیر انتظام، محنت جزوی یا غیر مؤثر رہ جاتی ہے۔ یہ تعامل ادارے کی پیداواری کارکردگی، اقتصادی استحکام اور طویل مدتی ترقی کو ممکن بناتا ہے، اور اسے ایک مضبوط اور منظّم پیداواری نظام کے طور پر قائم رکھتا ہے۔

تجارت : (Trade) پیداوار کی تقسیم اور معاشرتی فلاح کا ذریعہ

ان عوامل کی منظّم پیداوار کے بعد، اگلا مرحلہ اس کی تقسیم اور معاشرے تک رسائی کا ہے، جسے اسلامی اقتصادی نظام میں "تجارت" کے ذریعے منظّم کیا جاتا ہے۔ تجارت، انسانی معیشت کا ایک قدیم اور بنیادی ذریعہ آمدنی ہے، جو ہر دور میں معاشرتی ضرورت اور نفع بخش پیشے کے طور پر رائج رہا ہے۔ یہ سرگرمی نہ صرف معیشت کو سہارا دیتی ہے بلکہ مختلف خطوں کو ایک دوسرے سے جوڑتی بھی ہے۔ حتیٰ کہ بہت سی جلیل القدر دینی شخصیات بھی اس پیشے سے وابستہ رہی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت ہودؑ کا پیشہ تجارت تھا، اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی تجارت کے شعبے میں سرگرم تھیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام بھی دوسروں کو اس پیشے کی ترغیب دیتے اور سرمایہ فراہم کرکے انہیں تجارت پر آمادہ کرتے تھے۔ "عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُذَافِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : أَعْطَى أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَبِي أَلْفاً وَ سَبْعَمِائَةِ دِينَارٍ فَقَالَ لَهُ اِتَّجِرْ بِهَا" محمد بن عذافر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ "امام جعفر صادق علیہ السلام نے میرے والد کو سترہ سو دینار دیے اور فرمایا: ان سے تجارت کرو"۔[43]

اسلامی تعلیمات میں تجارت کا مقصد محض منافع کمانا نہیں، بلکہ یہ عدل، توازن اور منصفانہ فائدہ پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ نظام روحانی و اخلاقی اقدار کو معاشی سرگرمیوں کے ساتھ مربوط کرتا ہے تاکہ منافع کی تلاش ایسی حدوں میں ہو جو سماجی ذمہ داری اور انسانی عزتِ نفس کا تحفظ کریں۔ امام علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ رزق دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے تجارت میں ہیں اور ایک حصہ دیگر ذرائع میں۔[44] یعنی رزق کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ تجارت ہے۔ یہ حدیث تجارت کی اہمیت اور برکت کو واضح کرتی ہے۔ اسلامی اقتصادی تعلیم میں تجارت کو نہ صرف دنیاوی معاشی عمل سمجھا جاتا ہے بلکہ اس میں اخلاق اور انصاف کے ساتھ حلال طریقے سے کسبِ روزی کو سب سے بڑا ذریعہ مانا جاتا ہے۔

تجارت کے اسلامی اصول و ضوابط : اخلاقیات بمقابلہ استحصال

اسلامی فلسفۂ پیداوار محض اشیاء کی تخلیق پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ان اشیاء کو معاشرے تک منصفانہ اور اخلاقی اصولوں کے تحت پہنچانا بھی اس کا ایک لازمی حصہ ہے۔ یہیں سے تجارت کا کردار شروع ہوتا ہے۔ سرمایہ دارانہ

نظام میں تجارت کا مقصد بھی منافع کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا ہوتا ہے، چاہے اس کے لیے غیر اخلاقی طریقے ہی کیوں نہ اختیار کرنے پڑیں، جیسے مصنوعی قلّت پیدا کرنا، دھوکہ دہی، یا معاہدوں سے انحراف۔ اس کے برعکس، اسلام تجارت کو ایک اخلاقی فریضہ اور معاشرتی اعتماد کی بنیاد قرار دیتا ہے، جو فرد اور معاشرے دونوں کے لیے خوشحالی کا سبب بنتی ہے۔[45] ذیل میں ہم تجارت کے ان اسلامی اصولوں کا جائزہ لیں گے جو اسے استحصالی نظاموں سے ممتاز کرتے ہیں۔

الف) دیانت اور شفافیت: امام جعفر صادقؑ اور مصادف کا واقعہ

اسلام میں تجارت کی بنیاد امانت داری اور شفافیت پر قائم ہے۔ ناجائز منافع خوری، خصوصاً مسلمانوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر، سختی سے ممنوع ہے۔ اس اصول کی عملی وضاحت امام جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے غلام مصادف کے واقعے سے ہوتی ہے۔ جب امام کے اہلِ خانہ کے اخراجات بڑھ گئے تو آپ نے تجارت کے ذریعے آمدنی حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے اپنے غلام مصادف کو ہزار دینار دیے اور کہا کہ اس سرمائے سے مصر جا کر تجارت کرے۔ مصادف نے عام طور پر مصر بھیجے جانے والے سامان کی خریداری کی اور تجارتی قافلے کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب وہ مصر کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ سامان وہاں کم دستیاب ہے اور لوگ اسے ہر قیمت پر خریدنے پر مجبور ہیں۔ تاجروں نے مل کر وعدہ کیا کہ اس سامان کو کم از کم ۱۰۰ فیصد منافع کے ساتھ یعنی دوگنا کر کے بیچا جائے گا، یوں بازار میں مصنوعی قلّت پیدا کی گئی۔ جب مصادف واپس مدینہ پہنچا تو اس کے پاس اصل سرمائے کے برابر منافع موجود تھا۔ امام صادق علیہ السلام نے اس منافع کی اصل معلوم کی تو معلوم ہوا کہ یہ ناجائز طریقے سے اور مسلمانوں کے نقصان پر مبنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ منافع قابلِ قبول نہیں اور فرمایا: "حلال روزی کمانا شمشیر چلانے سے بھی زیادہ مشکل ہے"۔[46] یہ حکایت اسلام میں تجارت کی روح کو واضح کرتی ہے۔ امام نے اس منافع کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جو مسلمانوں کی مجبوری اور ایک مصنوعی قلّت کا نتیجہ تھا۔ یہ واقعہ ہمیں چند اہم باتیں سکھاتا ہے:

- تجارت کی اخلاقی بنیاد: تجارت صرف نفع کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی فرض ہے، جہاں انصاف، امانت داری اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا لازم ہے۔
- ناجائز منافع کی ممنوعیت: بازار میں مصنوعی قلّت پیدا کر کے قیمتیں بڑھا چڑھا کر بیچنا سخت منع ہے کیونکہ یہ معاشرتی نقصان کا باعث بنتا ہے۔
- حلال روزی کی قدر: امام نے ہمیشہ حلال طریقے سے کمانے کو فوقیت دی، چاہے وہ مشکل ہی کیوں نہ ہو۔

ب) احتکار (Hoarding) کے خلاف جنگ: معاشرتی ضرورت کی پاسداری

احتکار اسلامی اصطلاح میں لوگوں کی ضرورت کی چیزیں بڑی مقدار میں خرید کر روک دینے کو کہتے ہیں تاکہ قلّت پیدا ہو اور بعد میں زیادہ قیمت پر بیچی جاسکے۔ یہ عمل سرمایہ دارانہ نظام کے "منافع خوری" کے اصول سے گہرا تعلق رکھتا ہے، لیکن اسلام اسے معاشرتی استحصال قرار دیتا ہے۔ تاہم، اسلام میں احتکار کی تعریف اور اس کی ممانعت مطلق نہیں ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے احتکار کی اصل تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: "إِنَّمَا الِاحْتِكَارُ أَنْ تَشْتَرِيَ طَعَامًا فِي مِصْرٍ لَيْسَ فِيهِ طَعَامٌ غَيْرُهُ، فَتَحْتَكِرَهُ، فَإِذَا كَانَ فِي الْمِصْرِ طَعَامٌ غَيْرُهُ فَلَا بَأْسَ أَنْ تَحْتَكِرَهُ" ترجمہ: "احتکار صرف اس وقت ہوتا ہے جب تم کسی شہر میں وہ واحد کھانے کی چیز خرید لو جو وہاں اور کہیں دستیاب نہ ہو، اور پھر اسے روک لو۔ لیکن اگر وہ چیز کافی مقدار میں موجود ہو تو اسے ذخیرہ کرنا جائز ہے۔"[47]

یہ تعریف واضح کرتی ہے کہ ذخیرہ اندوزی صرف اس وقت ناجائز ہے جب وہ لوگوں کی ضروریات پر اثر ڈالے اور قلّت پیدا کرے۔ اگر سامان عام مقدار میں دستیاب ہو تو اسے ذخیرہ کرنا جائز ہے۔ سیرتِ نبوی میں بھی اس کی مثال ملتی ہے۔ قریش کے مالدار حکیم بن حزام جب بھی مدینہ میں اناج یا خوراک آتی، وہ سب کچھ خرید لیتے اور بازار پر قابو پا لیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ان کے پاس سے گزر کر فرمایا: "يَا حَكِيمُ بْنَ حِزَامٍ إِيَّاكَ أَنْ تَحْتَكِرَ" (اے حکیم بن حزام! خبردار! لوگوں کی ضرورت کا سامان روک کر مت رکھو اور مہنگا ہونے کا انتظار نہ کرو)۔[48] یہ تاکیدات اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہیں کہ تجارت نہ صرف ایک انفرادی عمل ہے بلکہ اس کے گہرے معاشرتی اثرات ہیں۔ اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بازار کی نگرانی کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ چند افراد کے منافع کی خاطر عوام کی ضروریات کو نقصان نہ پہنچے۔

ج) دھوکہ دہی کی ممانعت: اعتماد پر مبنی معاشرت کی بنیاد

تجارت میں ایک اور غیر اخلاقی عمل "دھوکہ دہی" ہے۔ اس میں کسی معیاری چیز کے ساتھ غیر معیاری چیز کو ملا دینا، یا عیب دار مال کو عمدہ ظاہر کرنا شامل ہے۔ یہ صرف ملاوٹ نہیں بلکہ ایک ایسا دھوکہ ہے جو معاشی اعتماد اور دینی اخلاقیات دونوں کو مجروح کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کو انتہائی سنگین جرم قرار دیتے ہوئے فرمایا: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا" (جو شخص کسی مسلمان کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔ ایک اور روایت میں اس عمل کی سنگینی کو مزید واضح کیا گیا: "مَنْ غَشَّ الْمُسْلِمِينَ حُشِرَ مَعَ الْيَهُودِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَنَّهُمْ أَغَشُّ النَّاسِ لِلْمُسْلِمِينَ" ترجمہ: "جو مسلمان کو خرید و فروخت میں دھوکہ دے، قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا کیونکہ یہودی اس معاملے میں بدنام تھے"۔[49]

اسلامی تاریخ میں حکومتی سطح پر بازار کی نگرانی کی عملی مثالیں موجود ہیں۔ امام صادقؑ کے مطابق، ایک روز امیر المؤمنینؑ نے بازار میں ایک عورت کو روتے دیکھا جس نے بتایا کہ کھجور فروش نے اوپر اچھی اور نیچے خراب کھجوریں رکھ کر بیچیں۔ آپ نے حکم دیا کہ قیمت واپس کی جائے، لیکن بیچنے والے نے انکار کیا۔ تین بار تاکید کے بعد بھی نہ ماننے پر آپ نے تادیبی کارروائی کی دھمکی دی۔[50] اسی طرح، امام باقرؑ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں ایک اناج فروش کے پاس رکے، اس کا مال اوپر سے دیکھ کر پسندیدگی ظاہر کی، لیکن وحی کے اشارے پر اندر ہاتھ ڈالا تو نیچے خراب گندم نکلی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مَا أَرَاكَ إِلَّا وَ قَدْ جَمَعْتَ خِيَانَةً وَ غِشاً لِلْمُسْلِمِينَ" (تم نے مسلمانوں کے ساتھ خیانت اور ملاوٹ کو یکجا کر دیا ہے)[51] یہ واقعات واضح کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں تجارت محض منافع کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی ذمہ داری بھی ہے، اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ صارفین کے حقوق کا تحفظ یقینی بنائے۔

نتیجہ

یہ تحقیق اس بنیادی حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ اسلامی معاشی فکر میں پیداوار کے تمام عناصر؛ زمین، پانی، نباتات، حیوانات، معدنی وسائل، سرمایہ، انسانی محنت، علم، اور اخلاقی و سماجی سرمایہ — محض مادی ذرائع نہیں بلکہ خداوندِ متعال کی عطا کردہ امانتیں ہیں، جن کے استعمال پر انسان نہ صرف معاشرتی بلکہ اخلاقی اور اخروی اعتبار سے بھی جواب دہ ہے۔ اسلامی معیشت ان عناصر کو قدر (Value) اور مقصد (Purpose) کے ساتھ جوڑتی ہے، جہاں پیداوار کا ہدف صرف منافع یا نمو (Growth) نہیں بلکہ عدلِ اجتماعی، انسانی وقار، اور اجتماعی فلاح کا حصول ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم اور سیرتِ انبیاء و ائمۂ معصومینؑ میں زراعت، دام پروری (Cattle Farming)، تجارت اور صنعت جیسے پیداواری شعبوں کو اِستعمار فی الارض کے عملی مظاہر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان تعلیمات میں معاشی سرگرمی عبادت، محنت امانت، اور وسائلِ فطرت نعمتِ الٰہی قرار پاتے ہیں۔ اس تناظر میں اسلامی معیشت کا امتیاز یہ ہے کہ وہ معاشی عمل کو اخلاق اور روحانیت سے جدا نہیں کرتی، بلکہ اسے خدا سے تعلق، سماج سے وابستگی اور آخرت کی جواب دہی کے ساتھ مربوط کرتی ہے۔

اسلامی اقتصادی تربیت ایک ایسا ہمہ جہت تعلیمی و تربیتی فریم ورک فراہم کرتی ہے جو انسان کو محض صارف یا منافع طلب عامل کے بجائے ایک باشعور، ذمہ دار اور خیر رساں خلیفہ کے طور پر تشکیل دیتی ہے۔ اگر بچوں اور نوجوانوں کو کم عمری ہی سے قرآن و حدیث، سیرتِ معصومینؑ، اور عملی مثالوں کے ذریعے یہ شعور دیا جائے کہ محنت عبادت ہے، سرمایہ امانت ہے، قدرتی وسائل قابلِ احترام ہیں، اور پیداوار اجتماعی خیر کا ذریعہ ہے، تو ایک ایسی نسل پروان چڑھ سکتی ہے جو صارفیت کے بجائے تخلیق، اسراف کے بجائے اعتدال، اور خود غرضی کے بجائے

تعاون کو اپنی معاشی زندگی کا اصول بنائے۔ عملی طور پر یہ تربیتی عمل اس وقت مؤثر ہو سکتا ہے جب خاندان، تعلیمی ادارے، مذہبی مراکز اور سماجی تنظیمیں باہم اشتراک سے اسلامی اقتصادی اقدار کو نصاب، تربیت اور سماجی عمل کا حصہ بنائیں۔ اس کے ذریعے نوجوان نسل میں خوفِ فقر، حرصِ زر اور تفاخر کے رجحانات کے بجائے توکل، قناعت، شکر گزاری اور سماجی ذمہ داری کو فروغ دیا جا سکتا ہے، جو پائیدار معاشی ترقی کی حقیقی بنیاد ہے۔

بالآخر، یہ تحقیق اس نتیجے تک پہنچتی ہے کہ اسلامی اقتصادی تربیت نہ صرف ایک متوازن اور پائیدار معاشی ماڈل پیش کرتی ہے بلکہ ایک ایسے متحرک، دیندار اور باوقار معاشرے کی تشکیل میں معاون ثابت ہوتی ہے جہاں دنیاوی آبادکاری اور اخروی سعادت ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل بن جاتی ہیں، اور انسان خدا کی زمین پر ایک امانت دار اور خیر رساں خلیفہ کے طور پر اپنی حقیقی ذمہ داری کو پہچان لیتا ہے۔

*****

References

1. Hamid Mahjoor, "*Tarbiyat Aqtasadi dar Nizaam Mayar Islami az Manazer Quran Karim*", Fasl Naamah Ilmi Quran wa Alom Ajtamai, Sal II ,Shmarah 4, Khwarzami University Tehran, (1401 AH): 57-80.

   حمید مہجور، "تربیت اقتصادی در نظام معیار اسلامی از منظر قرآن کریم"، فصل نامہ علمی قرآن و علوم اجتماعی، سال دوم، شمارہ 4، خوارزمی یونیورسٹی تہران، (1401ش): 57-80۔

2. Zahra Musa Zadeh wa Fatima, Sanati, "*Tabeen Moulifah hai Tarbiyat Aqtasadi Barasas Amozah hai Islami*", Faslanamah Ilmi Paswahshi Tarbiyat Islami", Bhaar wa Taabistan, Danshgah Imam Sadiq, Tehran, No. 24, (1396): 73-97.

   زہرہ موسی زادہ و فاطمہ، صنعتی، "تبیین مؤلفہ های تربیت اقتصادی براساس آموزہ های اسلامی"، فصلنامہ علمی پژوھشی تربیت اسلامی، بہار و تابستان، دانشگاہ امام صادق، تہران، ش24، (1396ش): 73-97۔

3. Jawad, Erwani, *Akhalaq Aqtasadi az Didgah Quran wa Hadees*, (Mashad, Intasharat Danshgah Alom Islami Rizvi, 1396 SH), 25.

   جواد، ایروانی، اخلاق اقتصادی از دیدگاہ قرآن و حدیث، (مشہد، انتشارات دانشگاہ علوم اسلامی رضوی، 1396ش)، 25۔

4. Faiz Kashani, Muhammad bin Shah Murtaza, *Al-Mahja al-Bayda fi Tahdhib al-Ihya*, Vol. 3, (Qom, Intasharat Islami, 1375 SH), 167-168.

   فیض کاشانی، محمد بن شاہ مرتضٰی، المحجۃ البیضاء فی تہذیب الاحیاء، ج3، (قم، انتشارات اسلامی، 1375ش)، 168، 167۔

5. Muhammad Kazim, Rajai, *Mujam Muz'aw'i Aayaat Egtesadi Qur'an*, (Qom, Antesharat Mẃsesḥ Amuzeshi we Pazoḥshi Imam Khomeini, 1395 SH), 59-77.

محمد کاظم، رجائی، معجم موضوعی آیات اقتصادی قرآن، (قم، انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، 1395ش)، 59-77۔

6. Syed Ali, Tabataba'i, Akhlagh Egtesadi (Tabiyn Nezam Arzeshi Islam dar bad Faaliat haye Egtesadi), (Qom, Motboat Dini,1382 SH), 8-9.

سید علی، طباطبائی،اخلاق اقتصادی (تبیین نظام ارزشی اسلام در ابعاد فعالیت های اقتصادی)، (قم، مطبوعات دینی،1382ش)،8-9۔

7. Naser Makarem, Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 1, (Tehran, Dar al-Katb al-Islamiya, 1374 SH), 615.

ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج1، (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1374ہ ش)، 615۔

8. Rajai, *Mujam Muz'aw'i Aayaat Egtesadi Qur'an*, 60-61.

رجائی، معجم موضوعی آیات اقتصادی قرآن، 60-61۔

9. Yadullah Maqdisi, *Serah Mishti Masuman*, (Qom, Daftar Tablighat Islami wa Pasohashgah Alom wa Farhang, 1397 SH), 82.

یداللہ مقدسی، سیرہ معیشتی معصومان، (قم، دفتر تبلیغات اسلامی وپژوہشگاہ علوم وفرھنگ، 1397ش)، 82۔

10. Zahra Musa Zadeh wa Fatima Sanati, "*Tabeen Moulifah hai Tarbiyat Aqtasadi Barasas Amozah hai Islami*", 73-97.

زہرہ موسیٰزادہ و فاطمہ صنعتی، تبیین مؤلفہ های تربیت اقتصادی براساس آموزہ های اسلامی، ص73-97۔

11. Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 13, 396.

شیرازی، تفسیر نمونہ، ج13، 396۔

12. Rajai, *Mujam Muz'aw'i Aayaat Egtesadi Qur'an*, 80.

رجائی، معجم موضوعی آیات اقتصادی قرآن، 80۔

13. Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 13, 396.

شیرازی، تفسیر نمونہ، ج18، 206۔

14. Muhammad Hussain, Tabatabai, *Tafsir al-Mizan* (Trajma), Mutrajam: Muhammad Baqir Mousavi, Vol. 1, (Qom, Jamia Madraseen Hoz al-Ilmiyah, Daftar Entesharat Islami, 1378 SH), 609.

محمد حسین، طباطبائی، تفسیر المیزان (ترجمہ)، مترجم "محمد باقر موسوی، ج1، (قم، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، دفتر انتشارات اسلامی، 1378ہ ش)، 609۔

15. Muhammad Baqir, Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 100, (Beirut, Darahiya al-Turat al-Arabi, 1362 SH), 65.

محمد باقر، مجلسی، بحار الانوار، ج100، (بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1362ش)، 65۔

16. Mohsen Qaraati, *Tafsir al-Noor*, Vol. 10, (Tehran, Markaz Fareangi Darsevayi az Quran, 1388 SH), 154.

محسن قرائتی، تفسیر نور، ج10، (تہران، مرکز فرہنگی درسہایی از قرآن، 1388ہ ش)، 154۔

17. Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 6, 216.

شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج6، 216۔

18. Mohsen Qaraati, *Simaye Egtesad dar Quran Ve Ravayat*, (Tehran, Mowseseh Farhnegi Darshi az Quran, 1398 SH), 38.

محسن قرائتی، *سیمای اقتصاد در قرآن و روایات*، (تہران، مؤسسہ فرہنگی درسہای از قرآن، 1398ھ ش)، 38۔

19. Ahmad Amin, Shirazi, *Islam Pezeshk bi Daro*, (Qom, Entesharat Islami Jamia Madrasain 1376 SH), 273.

احمد امین، شیرازی، *اسلام پزشک بی دارو*، (قم، انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین، 1376ھ ش)، 273۔

20. Raza, Paknesad, *Owleen Daneshgah Wa Akharyne Pehghamber (PBUH)*, Vol. 7, (Tehran, Kitaab Foroshi Islamia 1343 SH), 65.

رضا، پاک نژاد، *اولین دانشگاہ و آخرین پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم*، ج7، (تہران، کتابفروشی اسلامیہ، 1343ش)، 65۔

21. Shirazi, *Islam Pezeshk bi Daro*, 193.

شیرازی، *اسلام پزشک بی دارو*، 193۔

22. Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 11, 176.

شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج11، 176۔

23. Tabatabai, *Tafsir al-Mizan*, 65.

طباطبائی، *تفسیر المیزان*، 65۔

24. Shirazi, *Tafsir Namona*, 176.

شیرازی، *تفسیر نمونہ*، 176۔

25. Tabatabai, *Tafsir al-Mizan*, 65.

طباطبائی، *تفسیر المیزان*، 65۔

26. Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 23, 377.

شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج23، 377۔

27. Musa Sader, *Rahiaft Aqtasadi Islam*, Tarjamah Mahadi Farkhayan Wahammad Naazim, (Tehran, Mausesah Farahngi Tehqeeqati Amam Mosa Sadar, 1400 SH), 169-171.

موسیٰ صدر، *رہیافت اقتصادی اسلام*، ترجمہ: مہدی فرخیان واحمد ناظم، (تہران، مؤسسہ فرہنگی تحقیقاتی امام موسیٰ صدر، 1400ش)، 169-171۔

28. Mehdi Taghiani, Adel Peshami, Taleem wa Tarbiyat Aqtasadi, Vol. 2. (Tehran, Antasharat Imam Sadiq, 1395 SH), 110-111.

مہدی طغیانی، عادل پیغامی، *تعلیم و تربیت اقتصادی*، ج2، (تہران، انتشارات امام صادق، 1395ش)، 110-111۔

29. Muhammad Jawad, Mughniyyah, *Tafsir Kashif*, Tarajmah: Musa Danish, Vol. 2, (Qom, Mausesah Bostan Kitab, 1386 SH), 410.

محمد جواد، مغنیہ، *تفسیر کاشف*، ترجمہ: موسیٰ دانش، ج2، (قم، مؤسسہ بوستان کتاب، 1386ش)، 410۔

30. Muhammad Ibn Ali (Sheikh Saduq, *Al-Khasal*, Vol. 1, (Qum, Daftar Antarhat-e-Islami, 1374 SH), 69.

محمد ابن علی (شیخ صدوق)، *الخصال*، ج1، (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1374ش)، 69۔

31. Muhammad Hussain Elahizadeh, *Darsanamah Tarbiyat Aqtasadi*, (Mashhad, Mausesah Farahngi Tadbar dar Quran Waserah, 1397 SH), 151-152.

محمد حسین الٰہی زادہ، *درسنامہ تربیت اقتصادی*، (مشہد، مؤسسہ فرہنگی تدبر در قرآن و سیرہ، 1397ش)، 151-152۔

32. Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 22, 550.

شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج22، 550۔

33. Musa Sader, *Rahiaft Aqtasadi Islam*, 150-160.

موسیٰ صدر، *رہیافت اقتصادی اسلام*، 150-160۔

34. Ali Akbar, Zakari, Serah Aqtasadi Masuman dr Kitab Chaargana Shia, (Qom, Pasohashgah Aloom wa Farahng Islami, 1398 SH), 36-37.

علی اکبر، ذاکری، *سیرہ اقتصادی معصومانؑ در کتاب چہارگانہ شیعہ*، (قم، پژوہشگاہ علوم و فرہنگ اسلامی، 1398ش)، 36-37۔

35. Muhammad ibn Ali, Sheikh Saduq, *Man la yahzrah al-faqiya*, Vol. 3, (Qom, Daftar Antasharat Islami, 1393 SH), 169.

محمد ابن علی، شیخ صدوق، *من لایحضرہ الفقیہ*، ج3، (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1393ش)، 169۔

36. Muhammad Ibn Ya'qub, Kulayni, *Al-Kafi*, Vol. 5, (Tehran, Darul-kutab Al-Islamiya, 1363 SH), 74.

محمد ابن یعقوب، کلینی، *الکافی*، ج5، (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1363ش)، 74۔

37. Ali ibn Muhammad, Ibn Aseer, *Asad al-Ghabah*, Vol. 2, (Beirut, Dar al-Kutab al-Ilmiyah, 1424 AH), 420, Hadith #: 1967.

علی ابن محمد، ابن اثیر، *اسد الغابہ*، ج2، (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1424ھ ق)، 420، رقم الحدیث: 1967۔

38. Majlisi, *Bihar al-Anwar*, 69, Hadith #: 26.

محمد باقر، مجلسی، *بحار الانوار*، 69، رقم الحدیث: 26؛ کلینی، *الکافی*، 74۔

39. Hussain bin Muhammad Taqi, Noori, *Mustardak al-Wasail wa Mustanbat al-Masail*, Vol. 13, (Beirut, Muasasat Al-Bayt (a.s) Li'iihya' Altarathi, 1366 SH), 460.

حسین بن محمد تقی، نوری، *مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل*، ج 13، (بیروت، مؤسسۃ آل البیت (علیہم السلام) لإحیاء التراث، 1366ش)، 460۔

40. Ragheb Isfahani, *Mufradat al-Qur'an* (Urdu), Tarjmah: Muhammad Abdo Ferouzpuri, Vol. 2, (Lahore, Sheikh Shams al-Haqq (Islami Academy, nd.), 32.

راغب اصفہانی، *مفردات القرآن (اردو)*، ترجمہ: محمد عبدہ فیروزپوری، ج2، (لاہور، شیخ شمس الحق (اسلامی اکادمی، سن ندارد)، 32۔

41. Mohsen Qaraati, *Tafsir al-Noor*, Vol. 5, 481.

محسن قرائتی، *تفسیر نور*، ج5، 481۔

42. Muhammad Hussain Elahizadeh, *Darsanamah Tarbiyat Aqtasadi*, 118.

محمد حسین، الٰہی زادہ، درسنامہ تربیت اقتصادی، 118۔

43. Abdullah Ibn Nurullah, Bahrani, *Awalm Alaloom wa al-Marif wa Alạhawal man al-Ayaat wa Alạkhabar wa Alạqawal*, (Qom, Madarsta Imam Mahadi, 1375 SH), 199.

عبداللہ ابن نوراللہ، بحرانی، عوالم العلوم والمعارف والأحوال من الآیات والأخبار والأقوال، ج20، (قم، مدرسۃ الامام المہدی، 1375ہ ش)، 199۔

44. Noori, *Mustardak al-Wasail wa Mustanbat al-Masail*, 10.

نوری، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، 10۔

45. Royani and Iwan Setiawan, "*Analysis of International Trade Liberalisation In The Perspective of Islamic Economic Law Justice"*, Asian Journal of Social and Humanities, Vol. 2, No. 8, (2024): 1-11.

46. Kulayni, *Al-Kafi*, 161.

کلینی، الکافی، 161۔

47. Ibid, 165.

ایضاً، 165۔

48. Noori, *Mustardak al-Wasail wa Mustanbat al-Masail*, Vol. 13, 276, Hadith #: 15344.

نوری، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ج13، 276، رقم الحدیث: 15344۔

49. Sheikh Saduq, *Man la yahzrah al-faqiya*, 273, Hadith #: 3987.

شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج3، 273، رقم الحدیث: 3987۔

50. Ibid, 270-271, Hadith #: 3978.

ایضاً، 270-271، رقم الحدیث: 3978۔

51. Kulayni, *Al-Kafi*, Vol. 5, 161, Hadith #: 7.

کلینی، الکافی، ج5، 161، رقم الحدیث: 7۔